تنوع اور امتیاز
(Diversity and Discrimination)

پچھلے باب میں آپ تنوع کے مفہوم پر بات چیت کرچکے ہیں۔ کبھی کبھی ان لوگوں کو، جو دوسروں سے مختلف ہوتے ہیں، انھیں تنگ کیا جاتا ہے، ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور انھیں کسی مخصوص کام یا گروپ میں شامل نہیں کیا جاتا۔ جب ہمارے دوست یا دیگر ہمارے ساتھ اس قسم کا سلوک کرتے ہیں تو ہمیں چوٹ پہنچتی ہے، غصہ آتا ہے اور ہم بے بس اور افسردہ محسوس کرتے ہیں۔ کیا آپ کو کبھی حیرت ہوئی ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اختلاف اور تعصب (جانبداری)

بہت سی باتیں ہمیں ویسا بناتی ہیں جیسے ہم ہیں۔ جیسے ہم کس طرح رہتے ہیں، کون سی زبان بولتے ہیں، کیا کھاتے ہیں اور کیا پہنتے ہیں؟ کیا کھیل کھیلتے ہیں اور کن موقعوں پر ہم خوشیاں مناتے ہیں؟ ہماری جائے رہائش کے جغرافیہ اور تاریخ کا اثر ان سب باتوں پر پڑتا ہے۔

اگر آپ مندرجہ ذیل بیان کو سرسری طور پر بھی پڑھیں تو آپ کو ہندوستان کے مختلف یا متنوع ہونے کا ایک اندازہ ہو جائے گا۔

دنیا میں آٹھ بڑے مذہب ہیں جن میں سے ہر ایک ہندوستان میں موجود ہے اور ان کے ماننے والے ان پر عمل پیرا ہیں۔ ہمارے ملک میں 1600 زبانیں ایسی ہیں جو لوگوں کی مادری زبان ہیں۔ اور ایک سو سے زیادہ قسم کے رقص ہیں۔

تاہم یہ تنوع ہمیشہ اس طرح پیش نہیں کیا جاتا۔ ہم ان لوگوں کے درمیان خود کو زیادہ محفوظ محسوس کرتے ہیں جن کی شکلیں، لباس اور بات چیت کا طریقہ اور زبان ہم سے ملتی جلتی ہیں اور جو ہماری طرح سوچتے ہیں۔

کبھی کبھی جب ہم اپنے سے الگ اور مختلف لوگوں سے ملتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ وہ ہمیں غیر مانوس اور عجیب وغریب لگیں۔ بعض اوقات ہوسکتا ہے کہ ان کے مختلف یا جدا ہونے کے اسباب ہماری سمجھ میں نہ آئیں۔ لوگ اپنے سے الگ طرح کے انسانوں کے بارے میں کچھ خاص قسم کا رویہ اور رائے بھی بنا لیتے ہیں۔

ذیل میں شہری اور دیہی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے بارے میں کچھ بیانات ہیں۔ آپ ان میں سے جن بیانات سے متفق ہیں ان پر صحیح کا نشان (✓) لگائیے۔

دیہی لوگوں کی بابت (On Rural People)

- ☐ ہندوستانیوں کی کل تعداد کے 50% لوگ گاؤں میں رہتے ہیں۔
- ☐ گاؤں کے لوگ اپنی صحت کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ توہمات کا شکار ہوتے ہیں۔
- ☐ گاؤں کے لوگ پچھڑے ہیں اور جدید زراعتی ٹکنالوجی کا استعمال کرنا پسند نہیں کرتے۔
- ☐ فصلوں کی کٹائی اور بوائی کے سب سے مصروف زمانے میں وہ کھیتوں میں بارہ سے چودہ گھنٹے کام کرتے ہیں۔
- ☐ انھیں کام کی تلاش کے لیے شہروں کی طرف کوچ کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

شہری لوگوں کی بابت (On Urban People)

- ☐ شہری زندگی آسان ہے۔ یہاں کے لوگ بگڑے ہوئے اور کاہل ہوتے ہیں۔
- ☐ شہروں میں رہنے والے خاندان ایک دوسرے کے ساتھ بہت کم وقت گزارتے ہیں۔
- ☐ شہروں کے لوگ صرف روپے پیسے کی پرواہ کرتے ہیں، لوگوں کی نہیں۔
- ☐ شہری زندگی مہنگی ہوتی ہے۔ لوگوں کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ مکان کے کرائے اور آمدورفت پر خرچ ہو جاتا ہے۔
- ☐ شہر کے لوگوں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ لوگ عیار چالاک اور بدعنوانیوں میں ملوث ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیانات کے مطابق دیہاتی لوگ گندے، جاہل اور توہم پرست ہوتے ہیں اور شہری لوگ پیسے کے غلام، کاہل اور عیار۔ جب کچھ لوگوں کے بارے میں ہماری رائے ہمیشہ منفی ہوتی ہے، جیسا کہ اوپر مذکورہ بیانوں میں کہا گیا ہے اور لوگوں کو کاہل، چالاک، عیار اور کنجوس ظاہر کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں یہ باتیں ان لوگوں کے خلاف ہمارے تعصّبات بن جاتی ہیں۔

جانبداری کا مطلب ہے دوسروں کو منفی انداز میں دیکھنا یا سمجھنا یا انہیں کم تر سمجھنا۔ جب ہم یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ایک مخصوص طریقہ ہی بہترین ہے اور صرف یہی کام کرنے کا صحیح انداز ہے تو اکثر دوسروں کی عزت کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ چیزوں کو کسی مختلف طریقے سے کرنے کو ترجیح دینا چاہتے ہوں۔ مثال کے طور پر اگر ہم سوچیں کہ انگریزی ہی سب سے اچھی زبان ہے اور دوسری زبانیں اہمیت نہیں رکھتیں تو اس کے معنی ہوں گے کہ ہم دوسری

© NCERT not to be republished

زبانوں کے بارے میں منفی طور پر سوچتے ہیں یا انہیں منفی انداز میں، دیکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم انگریزی کے علاوہ دوسری زبانیں بولنے والوں کا احترام کرنا ہی چھوڑ دیں۔

ہم بہت سی باتوں میں جانبدار یا متعصب ہو سکتے ہیں مثلاً لوگوں کے مذہبی اعتقادات، جِلد کا رنگ، ان کا دیس، ان کے تلفظ یا بولنے کا انداز یا ان کا لباس وغیرہ۔ اکثر دوسروں کے بارے میں ہمارا یک طرفہ رویہ اور خیالات اتنے زبردست ہوتے ہیں کہ ہم ان سے دوستی تک کرنا نہیں چاہتے۔ کبھی کبھی ہم ایسی حرکتیں بھی کر سکتے ہیں جن سے ان کو تکلیف پہنچے۔

ایک بار پھر ہندوستان کی شہری اور دیہاتی زندگی کے بارے میں اوپر لکھے ان بیانات پر نظر ڈالیے جن کو آپ صحیح اور سچ مانتے ہیں۔ کیا دیہی یا شہری لوگوں کی جانب آپ کا رویہ متعصّبانہ ہے؟ معلوم کیجیے کہ کیا دوسرے لوگ آپ سے متفق ہیں؟ اور ان وجوہات پر آپس میں بحث کیجیے کہ لوگ کیوں اس طرح کے تعصّبات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کیا آپ چند تعصّبات بتا سکتے ہیں جو آپ نے اپنے اردگرد دیکھے ہیں؟ ان کا لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرنے پر کس طرح اثر پڑتا ہے؟

بندھے ٹکے روایتی انداز اپنانا
(Creating Stereotypes)

ہم سبھی جنسی فرق سے واقف ہیں۔ ایک لڑکا یا لڑکی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ میں سے بہت سارے کہیں گے کہ ''ہم لڑکا یا لڑکی کی حیثیت سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ قدرت کا کام ہے، اس کے بارے میں سوچنا کیا؟ آیئے دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی یہی بات ہے۔

اگر ہم اس بیان کو لیں کہ ''وہ روتے نہیں ہیں'' تو آپ دیکھیں گے یہ خاصیت عام طور پر لڑکوں اور مردوں سے منسوب ہوتی ہے۔ جب لڑکے بچپن اور کم عمری میں گر جاتے ہیں اور انہیں چوٹ لگ جاتی ہے تو گھر کے لوگ انہیں ''مت روتم لڑکے ہو'' کہہ کر تسلی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''لڑکے بہادر ہوتے ہیں بیٹے! وہ رویا نہیں کرتے۔ جوں جوں بچے بڑے ہوتے ہیں انہیں یقین ہونے لگتا ہے کہ لڑکوں کو رونا نہیں چاہیے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی لڑکے کو رونا آتا بھی ہے تو وہ خود کو رونے سے روک لیتا ہے۔ وہ یہ بھی مانتا ہے کہ رونا کمزوری کی نشانی ہے۔ لہٰذا اس وقت بھی جب لڑکے اور لڑکیاں خاص طور پر کبھی کبھی غصے یا تکلیف کی صورتحال میں مبتلا ہونے پر بھی رونا چاہیں تب بھی بڑے لڑکے خود کو رونے سے روکنا سیکھتے ہیں۔ اگر کوئی بڑا لڑکا روتا ہے تو اسے احساس ہو جاتا ہے کہ دوسرے لوگ یا تو اسے چڑائیں گے یا اس کا مذاق اڑائیں گے۔ اس لیے دوسروں کے سامنے وہ خود کو ایسا کرنے سے روکتا ہے۔

'لڑکے تو ایسے ہی ہوتے ہیں' اور 'لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں' اس قسم کے بیانات ہم متواتر سنتے رہتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے ان کو مان لیتے ہیں۔ ہم یہ یقین کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کو اسی کے مطابق کرنا چاہیے۔ ہم سبھی لڑکوں اور لڑکیوں کی ایسی شبیہہ ذہن میں بٹھا لیتے ہیں جسے سماج ہمارے اردگرد تخلیق کرتا ہے۔

© NCERT not to be republished

کچھ دوسرے بیانات پر نظر ڈالیے، جیسے ''وہ شریف اور نرم مزاج ہوتے/ہوتی ہیں'' یا ''وہ تمیز دار ہوتے/ہوتی ہیں'' اور اس پر بحث کیجیے۔ ان بیانات کو کس طرح لڑکیوں پر لاگو کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا لڑکیوں میں یہ خصوصیات پیدائشی ہوتی ہیں یا وہ بعد میں دوسروں سے انہیں سیکھتی ہیں؟ نرم طبیعت اور شریف مزاج نہ رکھنے والی لڑکیوں اور شرارتی اور تیز لڑکیوں کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟

ہم جب لوگوں کو ایک خاص قسم کی شبیہہ میں مقید کر دیتے ہیں تو اس کا مطلب ہے ہم نے ان پر ٹھپہ لگا دیا ہے۔ جب لوگ یہ کہتے ہیں کہ کسی خاص ملک، مذہب، جنس، نسل یا معاشی پس منظر کے لوگ ''کنجوس''، ''کاہل''،

درج ذیل بیانات کو دیئے ہوئے دو حصوں میں ترتیب دیجیے۔ آپ کے خیال میں جو جس سیکشن کے لیے موزوں ہو اس کو اسی میں لکھیے:۔

- وہ تمیز دار ہوتے/ ہوتی ہیں۔
- وہ نرم گو اور شریف ہوتے/ ہوتی ہیں۔
- وہ جسمانی طور پر مضبوط ہوتے/ ہوتی ہیں۔
- وہ شرارتی ہوتے/ ہوتی ہیں۔
- وہ مصوری اور رقص میں اچھے ہوتے/ ہوتی ہیں۔
- وہ روتے/ روتی نہیں ہیں۔
- وہ بدتمیز ہوتے/ ہوتی ہیں۔
- وہ کھیلوں میں اچھے ہوتے/ ہوتی ہیں۔
- وہ کھانا بنانے میں اچھے ہوتے/ ہوتی ہیں۔
- وہ جذباتی ہوتے/ ہوتی ہیں۔

لڑکیاں	لڑکے
1	1
2	2
3	3
4	4
5	5

اب اپنے استاد کی مدد سے یہ پتہ لگایئے کہ کس نے کس بیان کو کہاں لگایا ہے۔ ایسا کرنے کے لیے لوگوں کے پاس کیا وجوہات تھیں، معلوم کیجیے اور اس موضوع پر بحث کیجیے۔ کیا آپ نے لڑکوں کے لیے جو خصوصیات بتائی ہیں ایسی چیز ہیں جو لڑکوں میں پیدائش کے وقت سے ہی پائی جاتی ہیں۔

© NCERT not to be republished

[redacted]

ماخذ : تم میرا ھاتھ پکڑنے سے
ڈرتے کیوں ھو از شیلادھر

© NCERT not to be republished

’’جرائم پیشہ‘‘ یا ’’گونگے‘‘ ہوتے ہیں تو گویا وہ ان پر ٹھپے لگا رہے ہیں۔ کنجوس اور فیاض لوگ ہر جگہ، ہر ملک میں، ہر مذہب میں، ہر گروپ میں خواہ امیر ہو یا غریب، عورت ہو یا مرد موجود ہوتے ہیں۔ اور صرف اس وجہ سے کہ کچھ لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں۔ یہ کہنا ناانصافی ہوگی کہ ہر شخص ایک جیسا ہی ہوگا۔

لوگوں پر اس طرح ٹھپہ لگانے سے ہم ہر شخص کو ایک ایسے یکتا فرد کی شکل میں نہیں دیکھ سکتے جس کی کچھ اپنی ایسی خوبیاں اور ہنر ہوتے ہیں جو دوسروں سے مختلف ہوتے ہیں۔ لوگ افراد کی بڑی تعداد کو صرف ایک ہی مخصوص سانچے اور رقم میں رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح کی ٹھپہ بازی ہم سب پر اثر انداز ہوتی ہے کیونکہ یہ ہمیں کئی ایسی چیزیں کرنے سے روکتی ہے جن کو ہم بخوبی کر سکتے ہیں۔

عدم مساوات اور امتیازی سلوک

(Inequality and Discrimination)

تفریق یا امتیاز تب واقع ہوتا ہے جب لوگ اپنے تعصّبات یا بندھی ٹکی باتوں کے لحاظ سے عمل کرتے ہیں۔ اگر آپ کوئی ایسا کام کرتے ہیں جو دوسرے لوگوں کو نیچے گرائے، یا انہیں کچھ خاص کام کرنے سے روکے اور ان کے ملازمت حاصل کرنے کے راستے میں مانع ہو یا انہیں کچھ خاص بستیوں میں رہنے سے روکتا ہو یا انہیں ایک ہی کنویں یا برمے سے پانی لینے سے روکے یا انہیں ایک ہی پیالی یا گلاس میں چائے پینے کی اجازت نہ دیتا ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ آپ ان کے ساتھ امتیاز اور تفریق کر رہے ہیں۔

امتیازی سلوک مختلف وجوہات کی بناء پر ہو سکتا ہے۔ شاید پچھلے باب میں آپ کو یاد ہو کہ سمیر ایک اور سمیر دو بہت سی باتوں میں ایک دوسرے سے الگ تھے۔ مثلاً ان دونوں کا مذہب ایک نہیں تھا۔ یہ تنوع کا ایک پہلو ہے۔ تاہم یہ تنوع امتیاز کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ لوگوں کے ایسے گروپوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جا سکتا ہے جو ایک خاص زبان بولتے ہوں، ایک خاص مذہب کی پیروی کرتے ہوں یا کسی ایک خاص علاقے میں رہتے ہوں وغیرہ۔ کیونکہ ممکن ہے ان کے رسم و رواج اور طور طریقوں کو کم تر اور ادنیٰ سمجھا جاتا ہو۔

دونوں سمیر میں ایک اور فرق یہ تھا کہ دونوں مختلف معاشی پس منظر سے آئے تھے۔ سمیر دو غریب تھا۔ یہ فرق، جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں، تنوع کی ایک شکل نہیں ہے بلکہ یہ غیر برابری یعنی عدم مساوات ہے۔ غریب لوگوں کے پاس وسائل یا روپیہ پیسہ نہیں ہوتا کہ وہ کھانا، کپڑا اور مکان جیسی اپنی بنیادی ضروریات پوری کر سکیں۔ انہیں دفتروں، ہسپتالوں اور اسکولوں وغیرہ میں امتیازی سلوک کے تجربے سے گزرنا پڑتا ہے جہاں ان کے ساتھ اس لیے بُرا سلوک کیا جاتا ہے کہ وہ غریب ہیں۔

کچھ لوگوں کو دونوں طرح کے امتیاز یا تفریق سے گزرنا پڑ سکتا ہے۔ یہ غریب لوگ ہیں اور ایسے گروپ سے ہیں جس کی ثقافت کی قدر و قیمت نہیں ہے۔ قبائلی لوگ، کچھ مذہبی گروپ یہاں تک کہ کچھ خطے بھی اپنے خلاف امتیازی سلوک کے تجربے سے گزر رہے ہیں۔ اگلے حصے میں ہم یہ

© NCERT not to be republished

دیکھیں گے کہ ایک مشہور ہندوستانی کے ساتھ کس طرح امتیازی سلوک کیا گیا تھا۔ اس سے ہمیں ان طریقوں کو سمجھنے میں مدد ملے گی جن میں ذات کا استعمال لوگوں کی بڑی تعداد کے خلاف امتیاز برتنے میں کیا جاتا تھا۔

کچھ امتیازی یا تفریقی سلوک کے بارے میں

لوگ روزی روٹی کمانے کے لیے مختلف کاموں، جیسے تدریس (پڑھانا) بڑھئی کے پیشے، مٹی کے برتن بنانے، کپڑے کی بنائی، ماہی گیری اور کاشت کاری وغیرہ میں لگے ہوتے ہیں۔ تاہم کچھ کاموں کی دوسرے کاموں کے مقابلے زیادہ قدر کی جاتی ہے: صفائی، کپڑے دھونے، بال کاٹنے، کوڑا کرکٹ سمیٹنے کی طرح کے کاموں کی قدر کم ہوتی ہے اور وہ لوگ جو یہ کام کرتے ہیں گندے، غلیظ اور ناپاک سمجھے جاتے ہیں۔

دلت ایک اصطلاح ہے جسے نام نہاد نچلی ذات سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے خطاب کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہ لفظ ''اچھوت'' پر اسے ترجیح دیتے ہیں۔ دلت کا مطلب وہ لوگ ہیں جو دبے کچلے پچھڑے ہوتے ہیں۔ دلتوں کے مطابق یہ لفظ یہ ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح سماجی تعصب اور امتیاز کے ذریعہ دلت لوگوں کو دبایا گیا ہے۔ حکومت لوگوں کے اس گروپ کو درج فہرست ذات (Scheduled Castes, SC) کہتے ہیں۔

مسلمانوں پر ایک ٹھپہ یہ لگا ہوا ہے کہ انہیں لڑکیوں کی تعلیم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ اپنی لڑکیوں کو اسکول نہیں بھیجتے۔ تاہم اب مطالعات سے پتہ چلا ہے کہ مسلمانوں کی غربت ایک اہم وجہ ہے کہ مسلمان لڑکیاں اسکول نہیں جاتیں یا چند برس پڑھنے کے بعد اسکول چھوڑ دیتی ہیں۔
جہاں جہاں غریب لوگوں تک تعلیم پہچانے کی کوشش کی گئی ہے وہاں مسلم فرقے نے اپنی لڑکیوں کو اسکول بھیجنے میں دلچسپی دکھائی ہے۔
مثال کے طور پر کیرل میں گھر اور اسکول کے درمیان فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔ وہاں ایک اچھی سرکاری بس سروس ہے جو اساتذہ کو دیہی علاقوں کے اسکولوں تک پہنچنے میں مددگار ہے اور استادوں میں ساٹھ فیصدی سے زیادہ عورتیں ہیں۔ ان سب باتوں سے غریب خاندانوں کے بچوں کی جن میں مسلمان لڑکیاں بھی شامل ہیں اور زیادہ تعداد میں اسکول جانے میں مدد ملی ہے۔
دوسری ریاستوں میں، جہاں ایسی کوششیں نہیں کی گئی ہیں، غریب خاندانوں کے بچے، خواہ وہ مسلمان ہوں، قبائلی یا نام نہاد نیچی ذات کے ہوں، انہیں اسکول جانے اور پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔ لہٰذا مسلمان بچیوں کے اسکول نہ جانے کی وجہ غربت ہے نہ کہ مذہب۔

© NCERT not to be republished

یہ عقیدہ ذات پات کے نظام کا ایک اہم پہلو ہے۔ ذات پات کے نظام میں کچھ فرقوں اور لوگوں کے کچھ گروپوں کو ایک طرح سے سیڑھی کے زمرے میں رکھا گیا تھا جہاں ہر ذات دوسری ذات سے یا تو اوپر یا اس سے نیچے تھی۔ جن لوگوں نے خود کو اس سیڑھی میں سب سے اوپر رکھا وہ اونچی ذات کے کہلائے گئے اور انہوں نے خود کو برتر سمجھا۔ وہ گروپ جو سیڑھی کی سب سے نچلی سطح پر رکھے گئے تھے انہیں نیچا و کم تر سمجھا گیا اور وہ ''اچھوت'' کہلائے۔

ذاتوں کے قواعد وضوابط اس طرح بنائے گئے کہ نام نہاد ''اچھوت'' صرف وہی کام کر سکتے تھے جو ان کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ ان کو دوسرے کام کرنے کی اجازت نہ تھی۔ مثال کے طور پر لوگوں کے کچھ گروپوں کو صرف غلاظت یا کوڑا اٹھانے اور گاؤں سے مردہ جانوروں کو ہٹانے کے لیے مجبور کیا جاتا تھا۔ لیکن انہیں اونچی ذات کے لوگوں کے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ گاؤں کے کنویں سے پانی بھی نہیں لے سکتے تھے اور نہ ہی مندروں میں داخل ہو سکتے تھے۔ ان کے بچے اسکول میں، دوسری ذاتوں کے بچوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے تھے۔

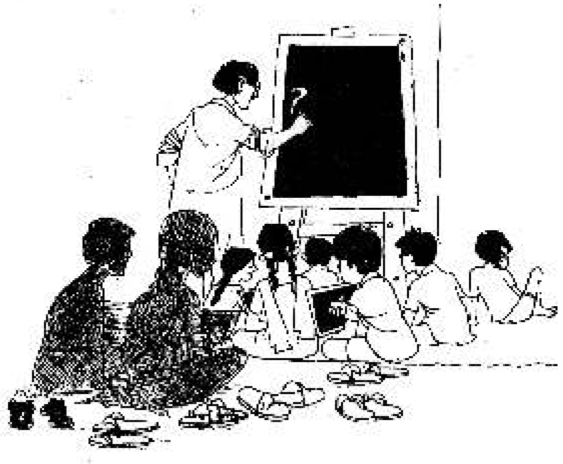

کلاس روم میں کسی طالب علم کے پس منظر کی بناء پر اسے الگ بٹھانا امتیازی یا تفریقی سلوک کی ایک شکل ہے۔

امتیاز برتنے اور بندھے ٹکے انداز اپنانے (لکیر کا فقیر ہونا) میں کیا فرق ہے؟

آپ کے خیال میں کوئی ایسا شخص جس کے ساتھ امتیاز برتا جائے کیا محسوس کر سکتا ہے؟

اس طرح اعلیٰ ذاتوں کے لوگوں نے ایسے طریقے اختیار کیے جن کی وجہ سے نام نہاد ''اچھوتوں'' کو وہ حقوق نہیں مل سکے جو اعلیٰ ذات کے لوگوں کو حاصل تھے۔

ہندوستان کے سب سے عظیم رہنما ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کو ذات پات کی تفریق کا پہلا تجربہ 1901ء میں ہوا جب وہ محض 9 سال کے تھے۔ ہوا یہ کہ وہ اپنے بھائیوں، بھانجے، بھتیجوں کے ساتھ کورے گاؤں، جواب مہاراشٹر میں ہے اپنے والد سے ملنے گئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں؟

"ہم نے بہت دیر انتظار کیا لیکن کوئی نہیں آیا۔ ایک گھنٹہ گزر گیا اور پھر اسٹیشن ماسٹر معلوم کرنے آیا۔ اس نے ہمارے ٹکٹ مانگے جو ہم نے دکھائے۔ اس نے پوچھا کہ ہم کیوں کھڑے ہیں۔ ہم نے اسے بتایا کہ ہم کورے گاؤں جارہے ہیں اور اپنے والد یا ان کے ملازم کا انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں آیا اور ہم جانتے نہیں کہ کورے گاؤں کس طرح پہنچا جائے۔

© NCERT not to be republished

ہم سب نے اچھے کپڑے پہن رکھے تھے۔ ہمارے لباس اور بات چیت سے کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ ہم اچھوتوں کے بچے ہیں۔ بلاشبہ اسٹیشن ماسٹر کو پورا یقین تھا کہ ہم برہمن بچے ہیں اور ہماری حالت زار دیکھ کر اس پر بہت اثر ہوا جیسا کہ ہندؤں کا معمول ہے، اسٹیشن ماسٹر نے ہم سے پوچھا کہ ہم کس ذات کے ہیں۔ میں ایک لمحہ رکے بغیر بول اٹھا کہ ہم مہار ہیں۔ (مہار ایک ایسی ذات ہے جس کو بمبئی پریسڈنسی میں اچھوت مانا جاتا ہے)۔ اسٹیشن ماسٹر سکتے میں آگیا۔ اس کا چہرہ ایک دم تبدیل ہو گیا۔ ہم دیکھ سکتے تھے کہ اس پر نفرت اور حقارت کا ایک عجیب وغریب احساس غالب آگیا تھا۔ جوں ہی اس نے میرا جواب سنا وہ اپنے کمرے میں چلا گیا اور ہم جہاں تھے وہیں کھڑے رہے۔ پندرہ سے بیس منٹ کا وقفہ گزر گیا سورج غروب ہو ہی رہا تھا۔ ہمارے والد نہ خود آئے اور نہ ہی انھوں نے کسی ملازم کو بھیجا۔ اور اب تو اسٹیشن ماسٹر بھی ہمیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ ہم حیران وپریشان تھے اور سفر کے شروع میں جس خوشی کا احساس ہمیں تھا اب اس جگہ انتہائی افسوس اور افسردگی نے لے لی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد اسٹیشن ماسٹر لوٹ کر آیا اور ہم سے پوچھا کہ اب ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ اگر ہمیں کرائے پر ایک بیل گاڑی مل جائے تو ہم کورے گائوں چلے جائیں گے۔ اور اگر وہ زیادہ دور نہیں ہے تو ہم فوراً ہی روانہ ہونا چاہیں گے حالانکہ کرائے کی بہت سی بیل گاڑیاں چل رہی تھیں لیکن میں نے اسٹیشن ماسٹر کو چونکہ بتا دیا کہ ہم مہار ہیں اور یہ بات گاڑی والوں میں پھیل چکی تھی اس لیے ان میں سے ایک بھی اچھوت مسافروں کو لے جانے کی ذلت برداشت کرنے اور غلیظ ہونے کے لیے تیار نہ تھا۔ ہم دو گنا کرایہ دینے کو تیار تھے لیکن پتہ چلا کہ پیسہ بھی کام نہیں کرے گا۔ اسیٹشن ماسٹر جو ہماری طرف سے گاڑی والوں سے بات کر رہا تھا خاموش کھڑا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

ماخذ: ڈاکٹر بی۔آر۔امبیڈکر: تحریریں اور تقریریں جلد 12: مدیر: وسنت مون۔ بمبئی ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ، حکومت مہاراشٹر، 1993

تصور کیجیے اگر لوگ آسانی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ آ اور جا نہ سکیں تو کتنی مشکل ہوگی۔ لوگوں سے یہ کہنا کہ وہ دور رہیں، ان سے کہنا کہ آپ کو نہ چھوئیں اور جہاں سے وہ پانی پیتے ہیں آپ وہاں سے پانی نہ لے سکیں تو یہ کتنی بے عزتی کی اور تکلیف دہ بات ہوگی۔

© NCERT not to be republished

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر (1891 تا 1956) کو ہندوستان کے آئین کے جنم داتا سمجھے جاتے ہیں اور دلیتوں کے سب سے جانے مانے لیڈر بھی۔ وہ دلیتوں یا پچھڑی ذاتوں کے حقوق کے لیے لڑے۔ ڈاکٹر صاحب مہار ذات میں پیدا ہوئے جس کو اچھوت ذات سمجھا جاتا تھا۔ مہار لوگ غریب تھے، ان کے پاس زمین نہیں تھی اور ان کے بچوں کو وہی کام کرنا پڑا تھا جو ان کے والدین کرتے تھے۔ یہ لوگ گاؤں کے باہر رہتے تھے اور انھیں گاؤں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔

ڈاکٹر امبیڈکر اپنی ذات کے پہلے شخص تھے جنھوں نے کالج کی تعلیم مکمل کی اور وکیل بننے کے لیے انگلستان گئے۔ انھوں نے دلیتوں کی اپنے بچوں اور اسکول اور کالج میں تعلیم دلانے کے لیے حوصلہ افزائی کی۔ انھوں نے دلتوں پر زور دیا کہ ذات پات کے نظام سے باہر نکلنے کے لیے مختلف قسم کی سرکاری ملازمتوں میں جائیں۔ انھوں نے مندروں میں داخلے کے لیے دلیتوں کی بہت سی کوششوں کی قیادت بھی کی۔ بعد کی زندگی میں ایک ایسے مذہب کی تلاش میں انھوں نے بدھ مت قبول کرلیا جو تمام لوگوں کے ساتھ برابری کا سلوک کرتا ہو۔ ڈاکٹر امبیڈکر مانتے تھے کہ دلیتوں کو ذات پات کے خلاف لڑائی کرنی چاہیے اور ایسے سماج کے لیے کام کرنا چاہیے جس کی بنیاد چند لوگوں کی نہیں بلکہ سب کی عزت اور احترام پر ہو۔

اس کے باوجود کہ بچے گاڑی والوں کو پیسے دینے کے لیے تیار تھے پھر بھی ان لوگوں نے انکار کردیا۔ کیوں؟
ریلوے اسٹیشن پر لوگوں نے کس طرح ڈاکٹر امبیڈکر اور ان کے بھائیوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا؟
آپ کے خیال میں ڈاکٹر امبیڈکر کو ایک بچے کے طور پر کیسا لگا ہوگا جب انھوں نے اسٹیشن ماسٹر کے یہ سننے پر اس کا ردعمل دیکھا کہ وہ اور ان کے بھائی مہار ہیں۔
کیا آپ کو کبھی تعصب کا تجربہ ہوا ہے یا آپ نے کسی موقع پر امتیازی برتاؤ کا کوئی واقعہ دیکھا ہے؟ آپ کو کیسا محسوس ہوا؟

اوپر مذکورہ چھوٹا سا واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ ایک معمولی سی بات یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے بچوں کو گاڑی بھی میسر نہ ہوسکی جب کہ وہ پیسہ دینے کے لیے تیار تھے۔ اسٹیشن پر موجود تمام گاڑی والوں نے بچوں کو لے جانے سے انکار کردیا۔ ان گاڑی والوں کا طور طریقہ امتیاز پر مبنی تھا۔

لہٰذا جیسا کہ اس قصے سے معلوم ہوتا ہے، ذات پات پر مبنی امتیازانہ سلوک دلیتوں کو محض کچھ معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے روکنے تک ہی محدود نہیں بلکہ انھیں اس عزت و وقار سے بھی محروم رکھنا ہے جو دوسروں کو حاصل ہیں۔

بحث کیجیے

نچلی ذاتوں کے ساتھ کیے جانے والے تفریق امتیازی سلوک کے علاوہ کچھ دیگر فرقے بھی ہیں جن کے ساتھ بھید بھاؤ کیا جاتا ہے۔
کیا آپ امتیازانہ سلوک کی چند دیگر مثالیں سوچ سکتے ہیں؟
ان طریقوں پر بحث کیجیے جن کے ذریعے ایسے لوگوں کے ساتھ جن کی مخصوص ضرورتیں ہیں، امتیازانہ سلوک کیا جاسکتا ہے۔

© NCERT not to be republished

مساوات کے لیے جدو جہد کرنا

برطانوی حکمرانی سے ملک کو آزاد کرانے کی جدو جہد میں لوگوں کے ایسے بڑے بڑے گروپوں کی جدوجہد بھی شامل تھی جو صرف انگریزوں کے خلاف ہی نہیں لڑے بلکہ جنہوں نے برابری یا مساوات کے لیے بھی جدو جہد کی۔ دلت، عورتیں، قبائلی اور کسان ان نابرابریوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے جن کے تجربے سے وہ اپنی زندگیوں میں گزر چکے تھے۔

جیسا کہ اس سے پہلے کہا جا چکا ہے بہت سے دلتوں یعنی پس ماندہ ذاتوں کے لوگوں نے مندروں میں داخلے کی آزادی حاصل کرنے کے مقصد سے خود کو منظّم کیا۔ عورتوں نے مطالبہ کیا کہ انھیں مردوں کے برابر تعلیم پانے کا حق ملنا چاہیے۔ کسانوں اور قبائلیوں نے ساہوکاروں کی جانب سے لیے جانے والے کمر توڑ سود کے شکنجہ سے چھٹکارا پانے کے لیے لڑائی لڑی۔

جب ہندوستان 1947 میں ایک آزاد ملک بنا تو اس وقت ہمارے رہنماؤں کو سماج میں پائی جانے والی مختلف قسم کی عدم مساوات کی وجہ سے تشویش تھی۔ ملک کا آئین جو ایسی دستاویز ہے جس میں ملک کے کام کرنے کے طور طریقے اور اصول دیئے گئے ہیں، اس کے لکھنے والے ان مختلف ڈھنگوں سے واقف تھے جن کی بنیاد پر سماج میں لوگوں کے ساتھ تفریق کیا جاتا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عوام نے کس طرح عدم مساوات کے خلاف جدو جہد کی تھی۔ اس طرح کی جدو جہد کی قیادت کرنے والوں نے جن میں ڈاکٹر امبیڈکر بھی شامل تھے، دلیتوں کے حقوق کے لیے بھی لڑائی کی۔

لہٰذا ان قائدین نے آئین کے تخیل اور مقاصد کو اس انداز سے پیش کیا کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ہندوستان کے تمام لوگ برابر سمجھے جائیں۔ تمام لوگوں کی اس برابری یا مساوات کو ایسی کلیدی قدر کی طرح دیکھا جاتا ہے جو ہم سب کو بطور ہندوستانی متحد کرتی ہے۔ ہر شخص کو برابر کے حقوق اور مواقع حاصل ہیں۔ چھوت چھات کو ایک جرم سمجھا گیا ہے اور

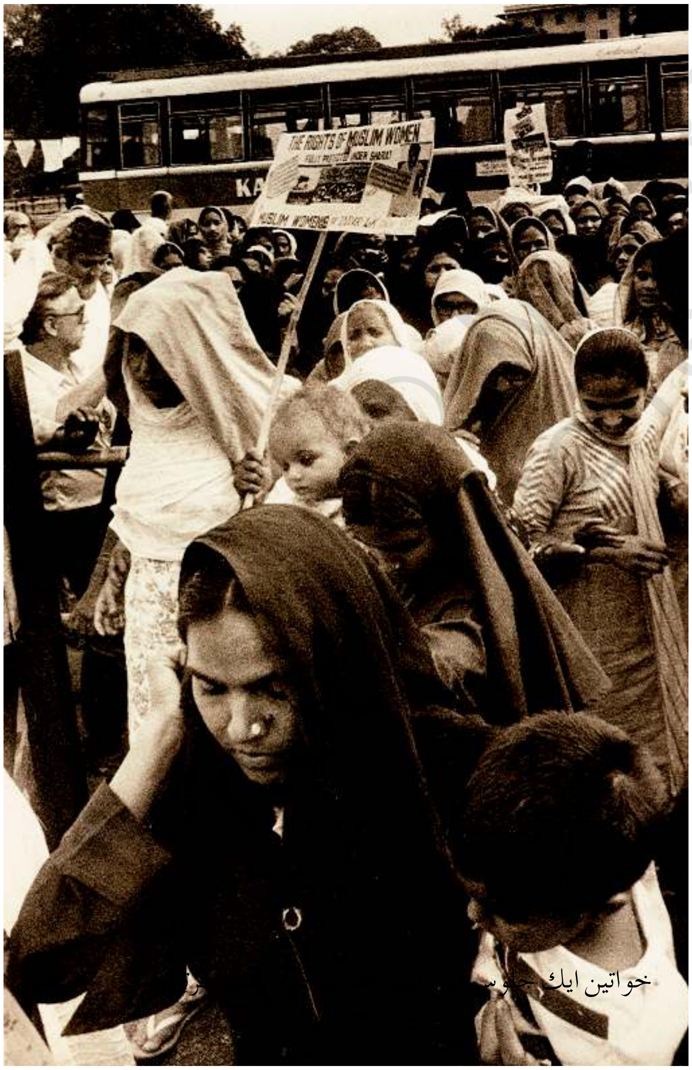

خواتین ایک جلوس

ہندوستان کے آئین کو لکھنے والے کچھ اراکین

اسے قانونی طور پر ختم کر دیا گیا ہے۔ لوگ اپنی مرضی کا کام چننے کے لیے آزاد ہیں۔ سرکاری نوکریاں سب کے لیے کھلی ہیں۔ اس کے ساتھ آئین نے حکومت پر یہ ذمہ داری بھی ڈالی ہے کہ وہ غریبوں اور حاشیے پر چلے جانے والے دیگر فرقوں کو مساوات کا حق دلانے کے لیے مخصوص اقدامات اٹھائے۔

آئین سازوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ تنوع کا احترام مساوات کو یقینی بنانے کے لیے اہم عنصر ہے۔ انھوں نے محسوس کیا کہ لوگوں کو اپنے مذہب کی پیروی کی آزادی، اپنی زبان بولنے کی آزادی اپنے تہوار منانے کی آزادی اور اظہار خیال کی مکمل آزادی ہونا چاہیے۔ انھوں نے کہا تھا کہ کوئی ایک مذہب زبان اور تہوار سب پر لازمی نہیں ہونے چاہیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ حکومت پر لازم ہے کہ وہ ہر مذہب کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔

اس لیے ہندوستان ایک سیکولر ملک بنا جہاں مختلف مذاہب اور ملکوں کے لوگوں کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے کی بلاخوف وخطر اور بلا امتیاز پوری آزادی حاصل ہے۔

اسے ہمارے اتحاد کا ایک اہم عنصر سمجھا جاتا ہے۔ یعنی ہم سب ایک ساتھ رہتے ہیں اور ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ اعلیٰ مقاصد ہمارے آئین میں محفوظ ہیں، تاہم عدم مساوات آج بھی پائی جاتی ہے جیسا کہ اس باب میں بیان کیا گیا ہے۔ مساوات یا برابری ایسی قدر ہے جس کے لیے ہمیں جدو جہد اور کوشش جاری رکھنی ہوگی۔ یہ ایسی چیز نہیں ہے جو خود بخود آجائے گی۔ لوگوں کی جدو جہد اور حکومت کی جانب سے مثبت عملی کام اسے تمام ہندوستانیوں کے لیے ایک حقیقت بنانے کے واسطے ضروری ہیں۔

THE

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو ایک مقتدر، سماج وادی، غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں۔

انصاف سماجی، معاشی اور سیاسی

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت

مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع اور ان سب میں

اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر 1949ء کو یہ آئین ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

1۔ آئینی (بیالیسویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے سیکشن 2 کے ذریعہ "مقتدر عوامی جمہوریہ" کی جگہ (3-1-1977 سے)

2۔ آئینی (بیالیسویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے سیکشن 2 کے ذریعہ "قوم کے اتحاد" کی جگہ (3-1-1977 سے)

آئین کا پہلا صفحہ جس میں صاف طور پر بیان کیا گیا کہ تمام ہندوستانی مرتبے اور مواقع کی برابری کے حق دار ھیں۔

© NCERT not to be republished

سوالات

1۔ درج ذیل بیانات کو اس طرح ملایے کہ بندھے ٹکے انداز اپنانے والوں (یعنی لکیر کے فقیر لوگوں) کے لیے چیلنج پیش ہو:

1۔ اسے دمے کی پرانی بیماری ہے۔	a) دو سرجن دوپہر کا کھانا کھانے بیٹھے تھے کہ ان میں سے ایک نے موبائل فون ملایا۔
2۔ خلا باز بننا، وہ خلا باز بن گئی	b) ڈرائنگ کے مقابلے میں جیتنے والا لڑکا اسٹیج پر گیا
3۔ اپنی بیٹی سے بات کرنے کے لیے جو اسی وقت اسکول سے واپس آئی تھی	c) دنیا کے سب سے تیز کھلاڑیوں میں سے ایک
4۔ اپنا انعام لینے کے لیے پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر	d) وہ اتنی آسودہ حال نہیں تھی لیکن اس کا خواب تھا

2۔ لڑکیوں کے بارے میں یہ بندھا ٹکا روایتی انداز وہ والدین پر بوجھ ہوتی ہیں ایک بیٹی کی زندگی کو کس طرح متاثر کر سکتا ہے؟ ایسی ہی کسی صورت حال کا تصور کیجیے اور ایسے پانچ مختلف اثرات کی فہرست تیار کیجیے کہ یہ گھسی پٹی روایت گھر میں بیٹیوں کے ساتھ کیے جانے والے برتاؤ پر اثر ڈال سکتی ہیں۔

3۔ مساوات کے بارے میں آئین کیا کہتا ہے؟ آپ کے خیال میں سب لوگوں کا برابر ہونا کیوں اہم ہے؟

4۔ کبھی کبھی لوگ ہمارے سامنے متعصّبانہ باتیں کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں کر پاتے کیونکہ اس لمحے کچھ صحیح بات کہنا مشکل ہوتا ہے۔ کلاس کو کئی گروپوں میں منقسم کیجیے اور ہر گروپ بحث کرے کہ درج ذیل کسی حالت میں وہ کیا کر سکتے ہیں:

(a) ایک دوست کلاس کے ایک ساتھی کو چڑانے لگتا ہے کیونکہ وہ غریب ہے۔

(b) آپ اپنے گھر کے لوگوں کے ساتھ TV دیکھ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کسی خاص فرقے کے بارے میں تعصّبانہ بات کہتا ہے۔

(c) آپ کی کلاس کے بچے کسی ایک خاص لڑکی کے ساتھ کھانا کھانے سے انکار کر دیتے ہیں کیونکہ وہ اسے گندی سمجھتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

(d) کوئی شخص آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہے جس میں ایک فرقے کے بولنے کے انداز کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

(e) کچھ لڑکے لڑکیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ لڑکوں کی طرح کھیلوں میں اچھی نہیں ہوتیں۔

مندرجہ بالا حالتوں کے بارے میں مختلف گروپوں کی تجویزوں پر کلاس میں مباحثہ کیجیے اور ان مشکلوں کے بارے میں بھی گفتگو کیجیے جو اس مسئلے کو اٹھاتے وقت پیش آسکتی ہیں۔

© NCERT not to be republished